بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم مدیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ جل جلالہ آپ احباب کو مزید سے مزید دین کی خدمت کی سعادت نصیب فرماتے ہوئے ان مبارک کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے آمین

ماہنامہ البلاغ کا نیا قاری ہوں اسلامی ماہ شروع ہوتے ہی ڈاکیا کا انتظار رہتا ہے کہ کب ہمارا دل پسند شمارہ ہمارے ہاتھوں میں پہنچے گا۔ شمارہ ملتے ہی دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اولین نگاہ "دارالعلوم کے شب و روز" اور محترم جناب مفتی تقی عثمانی صاحب و مفتی رفیع عثمانی صاحب اطال اللہ ظلہم علینا کے مضامین کو تلاش کرتی ہیں۔ اس دفعہ "ایک اہم خوشخبری" کے عنوان نے بلا اختیار سب سے پہلے اس کو پڑھنے پر مجبور کر دیا واقعتاً ہم جیسوں کیلئے بہت بڑی خوشخبری ہے کہ ایک انتہائی معتمد ذریعہ مسائل پوچھنے کا ہاتھ آگیا۔ لہٰذا سب سے پہلے وہ مسئلہ پوچھنے کا سوچا جس کی خلش عرصہ دراز سے محسوس ہوتی تھی امید ہے کہ بالتفصیل جواب سے مزید حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ہمارے لیے ایک راہ ہموار فرمائیں گے۔ مسئلہ ملاحظہ ہو۔

(۱) جہاد بمعنی قتال کی دو قسموں دفاعی اور اقدامی میں سے اقدامی جہاد کی کیا شرائط ہیں؟ (۲) کیا اہل پاکستان اقدامی جہاد کرنے کی پوزیشن میں ہیں یا نہیں بایں صورت کہ کسی کو امیر (امیر المؤمنین) منتخب کر کے اس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت ہو پھر عملاً دوسرے ممالک پر چڑھائی کیجائے فدائی حملے کر کے ان کو نقصان پہنچایا جائے۔ جیسا کہ زمانہ ماضی قریب میں ہوا جیش محمد کے نام سے تنظیم وجود میں آئی بیعت علی الجہاد ہوئی۔ امیر منتخب ہوا......

(۳) اس دور میں جہاد بمعنی قتال کی شرعی حیثیت (عام ہے کہ دفاعی ہو یا اقدامی) کیا ہے؟ (۴) فدائی حملہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ (۵) نیز کیا اس حملہ سے پہلے دعوت دینے کی کچھ شرعی حیثیت ہے (۶) اگر ہے تو جہاد کی دعوت کا شرط ہے جزیہ اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

براہ کرم میرے اس سوال کو البلاغ میں ضرور جگہ دیں کہ اس وقت یہ سوالات صرف میرے ہی نہیں ہیں بلکہ بہت سے ذہن ان کے حل کے متلاشی ہیں۔ اگر البلاغ میں نہیں تو ویسے بذریعہ خط یا آئندہ کے شمارے کے ساتھ جواب ارسال کر دیں (شکریہ)

فقط والسلام

محمد ارشد ڈسکوی خریداری نمبر ۲۸۰۷

۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

۵

الجواب ــــــــ حامداً ومصلیاً

۵..... اقدامی جہاد کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ۔

۱۔ اس سے مقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہو ۔

۲۔ یہ جہاد حدودِ شریعت میں ہو، یعنی اس میں شرعی حدود کا خیال رکھا گیا ہو ۔

۳۔ تمام مجاہدین کا ایک متفقہ امیر ہو ۔

۴۔ اتنی طاقت ہو کہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں ۔

۵۔ اس جہاد میں کامیابی کی توقع ہو ۔

۶۔ اس کی وجہ سے کوئی فتنہ برپا نہ ہو ۔ (ماخذۂ تبویب ۳۴/۵۰۷)



فی رد المحتار : (۱۲۲/۴)

"(قوله وهو فرض كفاية) قال في الدر المنتقى وليس تبطوع اصلا هو الصحيح فيجب على الامام أن يبعث سرية إلى دار الحرب كل سنة مرة أو مرتين وعلى الرعية إعانته إلا إذا أخذ الخراج فإن لم يبعث كان كل الإثم عليه وهذا إذا غلب على ظنه أنه يكافئهم وإلا فلا يباح قتالهم."

وفی اعلاء السنن : (۴/۱۲)

"وفي الحديث دلالة على اشتراط الأمير للجهاد وأنه لا يصح بدونه لقوله صلى الله عليه وسلم "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير" الخ فإذا لم يكن للمسلمين إمام فلا جهاد.

(جاری ہے....)

أنهم يجب على المسلمين أن يلتمسوا لهم أميرًا ويدل على أن الجهاد لا يصح إلا بأمير."

وفي بدائع الصنائع: (۸۶/۳)

"والفتنة حرام وما أدى إلى الحرام فهو حرام."

②...... اقدامی جہاد کرنا حکومت کا کام ہے۔ وہ خود مصلحت کے مطابق یہ فریضہ سرانجام دے گی۔ اقدامی جہاد کے سلسلے میں لوگوں کا انفرادی طور پر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرکے یہ عمل شروع کرنا درست نہیں ہے۔ جہاں تک آپ کے ذکر کردہ بیعت کا تعلق ہے تو وہ ہماری معلومات کے مطابق اقدامی جہاد کے سلسلے میں نہیں تھی، بلکہ اس سے مقصود ظالم کافروں کے خلاف دفاعی جہاد تھا، جو ہر شخص پر اسکی طاقت کے مطابق لازم ہے۔

③...... جہاد کی حیثیت کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہ اسلام کے صدر اول سے لیکر قیامت تک ایک ہی حیثیت کا حامل ہوگا۔ لہذا اقدامی جہاد اپنی شرائط کے ساتھ آج بھی فرض کفایہ ہے اور دفاعی جہاد اب بھی فرض عین ہے۔

④...... اس سوال کا جواب فی الحال زیر تحقیق ہے۔ کچھ عرصے بعد معلوم فرمالیں۔

⑤...... اقدامی جہاد میں اگر دشمن کو پہلے دین کی دعوت نہیں ملی ہو تو جہاد سے قبل دعوت دینا ضروری ہے اور اگر جہاد شروع ہونے کے بعد حملہ کیا جارہا ہو تو اس سے پہلے دعوت دینا ضروری نہیں ہے۔ اور دفاعی جہاد میں بھی دین کی دعوت دینا ضروری نہیں ہے۔

⑥...... اگر دشمن جزیہ دینا قبول کرلیں تو ان کے خلاف جہاد جائز نہیں ہے۔

جاری ہے۔۔

لہذا اس وقت کسی بھی قسم کا حملہ جائز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

واللہ اعلم بالصواب

محمد حسان اشرف عثمانی

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۱۶-۵-۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح

محمد عبدالمنان عفی عنہ

۱۶/۵/۱۴۲۹

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفراللہ لہ

۱۶/۵/۱۴۲۹ھ

نائب مفتی

دارالافتاء

فتوی نمبر ۱۰۵۶/۵

مورخہ ۲۰/۵/۲۹

نائب مفتی